حافظ عبد الحنان کیلانی☆

عقل ونقل اور منہج فلاسفہ

طرزِ حیات اور نظامِ زندگی کی تشکیل کیلئے ہمیشہ چار مصادرِ علم، وحی، عقل، حواس اور وجدان سے استفادہ کیا گیا ہے۔ متلاشیانِ حقیقت کے درمیان اَزل سے یہ اختلاف چلا آ رہا ہے کہ مذکورہ مصادر میں سے دلیل اور معیار کی حیثیت کس مصدر کو دی جائے؟ اور پیش آمدہ مسئلہ کے حل کیلئے جب مصادر اَربعہ میں اختلاف واقع ہو تو کس کی بنیاد پر مسئلہ حل کیا جائے؟ یعنی چاروں مصادر میں جب مختلف اَنداز میں مسئلہ کا حل پیش کیا جا رہا ہو تو پھر فیصل کی حیثیت کسے قرار دیا جائے؟ کسے معیار ٹھہرا کر صدق و کذب کا حکم صادر کیا جائے؟ کس کی بات کو تسلیم کر کے باقی کی تردید کردی جائے؟ مثلاً غیبیات ومعجزات کے باب میں کیا رائے قائم کی جائے یا انفرادی واجتماعی زندگی کی رہنمائی کیلئے کوئی نظام تشکیل دینا ہو تو پھر مصادر اَربعہ میں سے کس مصدر ومآخذ کی رائے حتمی قرار دی جائے؟

اس بارہ میں درج ذیل چار مختلف مکاتب فکر نے جنم لیا:

① اہل مذہب ② فلاسفہ ③ سائنس دان ④ صوفیا

اَہل مذہب وحی، فلاسفہ عقل، سائنس دان حواس اور اہل تصوف وجدان کو دلیل اور معیار قرار دیتے ہیں، لیکن ان میں سے ہر ایک باقی مصادرِ علم کو تائیدی حیثیت کا حامل بھی قرار دیتا ہے۔

اگرچہ بظاہر چار مختلف مناہج کی بنا پر چار مختلف مکاتب فکر محسوس ہوتے ہیں تاہم ایک دوسرے انداز میں تقسیم کرتے ہوئے ہم انہیں دو مکاتب فکر میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

① اہل مذہب یا اہل نقل۔

② اہل عقل یا عقل پرست جس میں ہم باقی تینوں گروہوں کو شامل کریں گے۔

اَزل سے ہی دونوں گروہوں میں اپنے مکتبِ فکر کے دفاع وترویج کیلئے کئی اَسالیب میں محاذ آرائی رہی اور اس طرح تاریخ انسانی میں دونوں کے عروج وزوال، بحث وجدل اور قیل وقال کی داستان رقم ہوتی رہی، لیکن سردست ہم آٹھویں صدی ہجری کے اَربابِ نقل وعقل کے مابین ہونے والا مجادلہ ومباحثہ پیش کریں گے جس میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے عقل پرستوں کے ایک ایسے اصول

☆ فاضل كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

کے بھیانک نتائج وثمرات سے آگاہ کیا ہے جس کی بنا پر فلاسفہ کا اہل مذہب سے متضاد منہج ترتیب پاتا ہے۔

یہ بات واضح رہے کہ مذکورہ اصول کے ضمن میں کی جانے والی بحث کے مخاطب گروہیان اہل عقل میں سے اگرچہ صرف فلاسفہ ہیں، لیکن منہج استدلال دوسرے عقلاء کا بھی یہی ہے۔ لہٰذا اس بحث کو پیش کرنے کا مقصد استدلال کی بنیاد سے آگے بڑھ کر منہج استدلال یا طرزِ استدلال کا ٹیڑھ پن اور کجی واضح کرنا ہے، کیونکہ دورِ جدید میں اگرچہ بظاہر استدلال کی بنیاد تبدیل کردی گئی ہے یعنی عقل کے بجائے فطرت و نیچر وغیرہ کا راگ الاپا جارہا ہے تاہم طریق استدلال و منہج استدلال وہی پرانا ہے۔

کتبِ سماویہ کے ساتھ عموماً انسانوں کے دو رویے رہے ہیں:

پہلا: یہ کہ خیر وشر، صحیح وغلط، سچ اور جھوٹ، اچھائی اور برائی کا معیار اصلی کتب سماوی ہیں۔

دوسرا: یہ کہ مذکورہ اُمور میں کتبِ سماوی معیار نہیں بلکہ تائیدی حیثیت کی حامل ہیں۔

پہلا رویہ نقل جب کہ دوسرا عقل کی برتری پر منتج ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے دو مختلف متعارض بلکہ بعض دفعہ متصادم مکاتب فکر جنم لیتے ہیں۔

ذیل میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق تصنیف درء تعارض العقل والنقل جو کہ عقل ونقل کی باہمی کشمکش پر ایک بسیط وعمیق تصنیف ہے اور منہج سلف کی تعین میں ایک دلیل کی حیثیت رکھتی ہے، کی پہلی فصل ترمیم و اضافہ اور آزاد ترجمہ کے ساتھ پیش کی جارہی ہے۔ جس میں امام صاحب نے عقل کی برتری کے قائلین کا بنیادی مرکزی اُصول پیش کرکے اس کا شاندار تجزیہ پیش کیا ہے۔

فلاسفہ کا مرکزی اُصول

نوعیت مسئلہ: جب عقل ونقل کے درمیان تعارض کی صورت پیدا ہوجائے تو پھر کسے مقدم کیا جائے اور کسے فیصل کی حیثیت دی جائے؟ اس بارہ میں فلاسفہ و متکلمین کا کہنا ہے کہ عقل کو ہی مقدم اور فیصل قرار دیا جائے۔ جن کے پیش رو رازی، غزالی، ابن رشد اور ابن سینا وغیرہ ہیں۔

منطقی دلیل: عقل کی برتری اور تقدیم کو وہ درج ذیل انداز یا مقدمہ سے ثابت کرتے ہیں۔

دیکھیں! جب عقل ونقل کے درمیان تعارض پیدا ہوجائے تو پھر چار صورتیں ہی ممکن ہیں۔

① دونوں کو جمع کردیا جائے۔ ② دونوں کو رد کردیا جائے۔

③ نقل کو اصل قرار دیا جائے۔ (یعنی اس کی بنیاد پر فیصلہ کردیا جائے)

④ عقل کو اصل قرار دیا جائے۔

مذکورہ چار صورتوں کا تجزیہ یوں پیش کرتے ہیں:

تجزیہ

① پہلی صورت یہ ہے کہ دونوں کے درمیان جمع کی صورت اختیار کی جائے، لیکن یہ ناممکن ہے، کیونکہ اس سے اجتماع النقیضین یا لازم آتا ہے جو کہ بدیہی طور پر ناممکن ہے جیسے کوئی کہے ایک ہی لمحے میں رات اور دن یا آگ اور پانی جمع ہوگئے حالانکہ یہ ناممکن ہے کیونکہ اجتماع الضدین محال ہے۔لہٰذا عقل ونقل کے تعارض کے وقت دونوں پر عمل ناممکن ہے۔

② دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں کو مسترد قرار دیا جائے یہ بھی ناممکن ہے، کیونکہ ایسی صورت میں درپیش مسئلہ کا حل نہیں نکالا جاسکتا۔ اگرچہ یہاں ارتفاع النقیضین ممکن ہے یعنی نقل، عقل جو کہ یہاں آپس میں نقیضین ہیں، دونوں کو تسلیم نہ کیا جائے۔

③ مسئلہ کے حل کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ نقل کو اصل اور معیار قرار دیا جائے، لیکن چونکہ اصل صرف عقل ہے کیونکہ یہ ماحول کے اندر رہتے ہوئے تجزیہ کرتی ہے اور اصول متعین کرتی ہے۔لہٰذا اگر نقل کو اصل قرار دیا جائے تو پھر اس میں سب سے بڑی یہ قباحت لازم آتی ہے کہ عقلی اصولوں میں تبدیلی تاویل کرنا پڑے گی جو کہ پختہ اور بنیادی اُصول ہیں۔

④ چوتھی اور آخری صورت یہ ہے کہ عقل کو معیارِ حق قرار دیا جائے اور اسی کسوٹی پر نقل کو کسا جائے۔

یہی وہ عینک ہے جس کے ساتھ فلاسفہ ومتکلمین پوری شریعت کا مطالعہ کرتے ہیں، یہی وہ طرزِ فکر ہے جسے اپنا کر وہ انبیا ورُسل کی تعلیمات سے شناسائی حاصل کرتے ہیں اور یہی وہ معیار ہے جس پر خیر وشر کی بنیاد رکھتے ہیں۔

لہٰذا بات اگر بذریعہ نقل پہنچی ہو تو اسے مذکورہ قانون کے مطابق جانچا جائے گا اگر عقل اسے تسلیم کرلے تو بہتر ورنہ اسے مسترد کردیا جائے گا۔

متکلمین اور عیسائیوں میں مشابہت

اگر بادیٔ النظر میں جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ عیسائیوں نے بھی ایسے ہی اپنے عقیدہ تثلیث کو تورات وانجیل کی نصوص کیلئے کسوٹی قرار دیا تھا جو نص، عقیدۂ تثلیث کے مطابق ہوتی اسے تسلیم کرتے وگرنہ ردّ کردیتے تھے۔

متکلمین عیسائیوں سے بھی بدتر

اگر گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ عیسائی اگرچہ عقیدۂ تثلیث کو بنیاد

قرار دیتے تھے مگر یہ قانون و اُصول بھی ان کا خود ساختہ نہیں بلکہ یہ غلطی بھی فہم نصوص میں کجی اور راویانِ انجیل وتورات کی کذب بیانی کی بدولت ہوئی تھی۔ جیسی غلطی خوارج، عبدیۃ، مرجئہ اور اِمامیہ وغیرہ کو شریعت اِسلامیہ کے ضمن میں لاحق ہوئی۔ جب کہ جھمیہ، متکلمین اور فلاسفہ تو خود ساختہ اُصول وضع کرکے اسے معیارِ حق ٹھہراتے ہیں۔ پھر اس پر مستزاد یہ ہے کہ اسے انبیا کی تعلیمات کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے بدعتی لوگ دو طرح سے بدعت پھیلاتے ہیں۔

بدعت کے راستے

بدعتی لوگ جب عقل کو اصل قرار دیتے ہیں تو پھر نصوص کو عقل کے مطابق ڈھالنے کیلئے دو طرح کے راستے اختیار کیا کرتے ہیں:

❶ طريقة التبديل (نصوص میں تبدیلی پیدا کرکے)

❷ طريقة التجهيل (دوسروں کو جاہل قرار دے کے)

اوّل الذکر پھر دو طرح کے ہوتے ہیں:

① أهل الوهم والتخيل (خیال پرست)

② أهل التحريف والتأويل (تحریف وتاویل پیدا کرکے)

خیال پرست

خیال پرست بنیادی طور پر اس بات کے قائل ہیں کہ انبیا نے ایمانیات کے باب میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ مبنی برحق اور ان کی اصلی مراد نہ تھی بلکہ وہ لوگوں کے اَذہان وخیالات کے مطابق محسوساتی سی ایک وضاحت کرتے رہے ہیں اور ایسی وضاحت ان کی مجبوری تھی کیونکہ عوام الناس یا عوامی سوچ کی حقائق مطلقہ یا حقیقتِ مجردہ تک رسائی ناممکن ہے۔ لہٰذا انبیا مجبور تھے کہ ایک محسوساتی و مشاہداتی انداز میں اُمورِ ایمانی کی صراحت فرماتے۔ اگرچہ یہ ایک اعتبار سے ظاہر و باطن کا اختلاف (جھوٹ) ہے تاہم پھر بھی عوامی مصلحت پیش نظر تھی۔

مذکورہ تصور سے اخذ شدہ قواعد

جیسے پہلے تصورات ابھرتے ہیں پھر انہیں مرتب اور یکجا کرنے کیلئے اصطلاحات وقواعد وضع کئے جاتے ہیں، ایسے ہی مذکورہ تصور کی بنا پر ابن سینا وغیرہ نے جو قواعد وضع کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

① پہلا قاعدہ یہ ہے کہ خواص (فلاسفہ وغیرہ) کیلئے شریعت کے ظاہری الفاظ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا البتہ عوام الناس کیلئے ظاہری الفاظ ہی حجت قرار پائیں گے۔

② جب عقل ونقل میں تعارض پیدا ہوجائے گا تو عقل کو ہی بالا دستی حاصل ہوگی، کیونکہ نقل میں ظاہری الفاظ ہوتے ہیں جو کہ نا قابل اعتبار ہیں۔

کیا انبیا کی حقائق مجردہ تک رسائی ممکن ہے؟

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ انبیا نے اپنے ظاہری الفاظ میں تو جو بیان کیا سو کردیا لیکن کیا وہ بذاتِ خود ان حقائق مجردہ یا حقیقت مطلقہ سے آشنا تھے یا نہیں؟ اس بارے میں دو مختلف آراء ہیں:

① انبیا ان سے نا آشنا تھے۔ ② انبیا آشنا تھے۔

اوّل الذکر کے ہاں فلسفی اور ولی کامل نبی سے افضل واعلیٰ ہوتا ہے۔ اس کے قائلین ابن عربی، فارابی وغیرہ ہیں۔ جب کہ مؤخر الذکر کے نزدیک نبی اعلیٰ ہوتا ہے۔ یہ ابن سینا، ابن رشد وغیرہ کا قول ہے، کیونکہ نبی کے پاس ایک تو حقائق کا علم اور دوسرا مزید عوام الناس سے مخاطب ہونے کا بھی علم وفن ہوتا ہے۔

یہ بات واضح رہے کہ خیال پرستوں کا ایک طائفہ ایسا بھی ہے جو صرف صفات باری تعالیٰ کے بارے میں یہ رائے رکھتا ہے کہ انبیا نے اس باب میں حقائق اصلیہ بیان نہیں کئے، لیکن باقی مباحث ایمانیات کے متعلق اس کی رائے یہ نہیں۔ صفاتِ الٰہیہ کی نفی کے قائلین کی کلام سے اکثر ایسے مفاہیم کی بو آتی ہے۔

أهل التحريف والتأويل (تاویل وتحریف پیدا کرنے والے)

مبتدعین کا عقل ونقل کے درمیان تعارض رفع کرنے کا ایک طریقہ ومنہج تاویل وتحریف کا ہے۔ اس باب میں اگرچہ خلق کثیر بہک گئی ہے، لیکن متکلمین میں سے مذہبی رائے کے مخالف نصوص کی تاویل کرنے والے معتزله، کلابیه، سالمیه، کرامیه اور شیعه وغیرہ پیش پیش ہیں۔

ان لوگوں کی بھی رائے یہی ہے کہ ہمارا عقل وفہم سالم وتام ہے چنانچہ نصوص شریعہ سے جو فہم وادراک ہم حاصل کرتے ہیں حقیقت وہی ہے جب کہ نبی ﷺ نے حقائق مجردہ بیان نہیں فرمائے۔ لہٰذا عقل ونقل میں موافقت ومطابقت پیدا کرنے کیلئے انہوں نے تاویل کا منہج اپنایا ہے۔ جس میں مذکورہ گروہ بعید ترین مجازی واستعاراتی معنیٰ کا سہارا لے کر حسب حال تاویل کرنا شروع کردیتا ہے۔ گویا یہ لوگ متکلم کے الفاظ سے اپنی مراد اگلواتے ہیں نہ کہ اس کی مراد سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی کلام میں پختگی کے بجائے تشکیک کے صیغے ہوتے ہیں۔ مثلاً يجوز أن يراد كذا ''اس سے یہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے'' وغاية ما معهم إمكان احتمال اللفظ ''آخری تجزیے

میں لفظ فلاں معنیٰ کا بھی متحمل ہوسکتا ہے'' وغیرہ

لفظ تاویل کی حقیقت

لفظ تاویل کے دو مفاہیم ہیں:

① علماء سلف کے نزدیک (خواہ متقدمین ہوں یا متاخرین)

② متاخرین میں سے ایک گروہ جماعت کے نزدیک

اوّل الذکر کے ہاں لفظ تاویل سے مراد وہ معاملہ ہے جس کی طرف مرادِ الفاظ کو لوٹا دیا جائے۔ اگرچہ وہ بظاہر لفظ کے مفہوم و مدلول کے موافق ہی کیوں نہ ہو، بالفاظ دیگر لفظ کو راجح احتمال سے مرجوح احتمال کی طرف کسی دلیل کی بنا پر لوٹانا تاویل کہلاتا ہے۔ پہلا مفہوم مجاہد جب کہ دوسرا مفہوم متاخرین کے نزدیک ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ عظام رحمہم اللہ اسکے دونوں معنیٰ ہی مراد لیتے تھے۔

متاخرین میں سے ایک گمراہ طائفے کے نزدیک تاویل کا مفہوم یہ ہے کہ

﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا﴾

''اور اس کی تاویل اللہ اور راسخین في العلم ہی جانتے ہیں (لیکن) عوام کہتے ہیں ہم تو فقط اسے تسلیم کرتے ہیں۔ تمام علم ہمارے رب کے پاس ہے۔'' [آل عمران ۷]

''تاویل تو صرف اللہ ہی جانتے ہیں۔'' چنانچہ اس سے لازم آتا ہے کہ ان آیات و احادیث کے معنیٰ اپنے مفہوم کے مخالف ہیں۔ جن کا حقیقی معنیٰ جبریل، محمد ﷺ، انبیا، صحابہ، تابعین کوئی بھی نہیں سمجھتا تھا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ اگرچہ ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾ ''رحمان عرش پر مستوی ہے'' ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں'' اور اس کے علاوہ باقی صفات الٰہیہ کی آیات کی تلاوت تو کرتے تھے، لیکن ان کے مفہوم سے نا آشنا تھے۔ بلکہ اس سے تو یہ بھی لازم آئے گا کہ ایسی احادیث جن کے اندر صفات الٰہیہ کا ذکر ہے جیسے «ينزل ربنا كل ليلة إلى السماء الدنيا» ''ہمارا رب ہر رات آسمان دُنیا کی طرف اُترتا ہے'' یہ ایسی باتیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ بیان تو کرتے تھے، لیکن اپنی ان باتوں کے مفہوم سے نا آشنا تھے، لہٰذا اس کے معنیٰ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور بزعم خویش یہ بھی کہتے ہیں کہ طریقہ سلف بھی یہی ہے۔

أهل التضليل والتجهيل (دوسروں کو جاہل قرار دینے والے)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ انبیا اور ان کے متبعین جاہل اور گمراہ تھے (نعوذ باللہ) ان کے نزدیک انبیا بذاتِ خود بھی آیات و احادیث کی اصلی مراد کو نہیں جانتے تھے۔ (یعنی فلسفیانہ مفہوم کو)

جاہلین کے مختلف مناہج

نصوصِ شرعیہ کا فہم حاصل کرنے میں جہلاء کے کئی مناہج ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

① الفاظ بظاہر جو معنی بتا رہے ہوں حقیقی مراد وہ نہیں ہوتی اور حقیقی مراد کو قیامت کے علم کی طرح کوئی بھی نہیں جانتا خواہ انبیاء ملائکہ اور صحابہ وغیرہ ہی کیوں نہ ہوں۔ لہٰذا الفاظ کے وہ معنی مراد لئے جائیں جو معقول ہوں اور فطرت (نیچر) کے مطابق نظر آئیں۔

② الفاظ کے حقیقی معنی تو بس اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، البتہ انہیں ظاہر پر محمول کیا جائے گا اور اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

③ انبیاء خود تو مفہوم سے آگاہ تھے، لیکن لوگوں کو آگاہی سے محروم رکھا اور معاملہ ان کی عقل و فطرت کے سپرد کر دیا کہ وہم کی بنا پر اجتہادی بصیرت بروئے کار لا کر مفہوم خود بخود متعین کر لیں۔

مشکل اور متشابہ

بدعتیوں کے تمام فرقے ایمانیات کے باب میں ان آیات کو متشابہ اور مشکل قرار دیتے ہیں جن کی وجہ سے ان کی فکر پر زد پڑتی ہے اسے متشابہ یا مشکل قرار دے دیتے ہیں۔ جس کے مفہوم سے سوائے اللہ کے کوئی بھی آگاہ نہیں۔ لہٰذا اس کا مفہوم اپنی عقل سے متعین کیا جائے گا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے مفہوم کو بیان نہیں کیا۔

ذیل میں ہم ان فرقوں کے نام اور ان کے نزدیک متشابہ آیات کا ذکر کرتے ہیں:

فرقہ	متشابہ آیات
❶ خبری صفات کے منکر	صفات الٰہیہ کی خبری آیات
❷ علوم اور رؤیت کے منکر	علو اور رؤیت کی آیات
❸ مطلق صفات الٰہیہ کے منکر	اسمائے حسنیٰ کے علاوہ باقی آیات
❹ اسماء کے معانی کے منکر	اسماء والی آیات
❺ بعثت بعد الموت اور جنت و جہنم کے منکر	جنت و جہنم اور بعثت بعد الموت کی آیات
❻ تقدیر کے منکر	تقدیر والی آیات

تو گویا ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے جہل مرکب اور فاسد اعتقادات سکھائے ہیں (نعوذ باللہ) اگرچہ بظاہر یہ اس بات کا اقرار نہیں کرتے لیکن ان کی عبارات یہی مفہوم ادا کر رہی ہوتی ہیں۔

☆ ...... ☆ ...... ☆